افتتاحی اجلاس میں انڈونیشیا کی بائبل ایسوسی ایشن کے سربراہ نے شرکاء کو بتایا کہ وہ اس مشاورت میں کیتھولکوں کو متحرک کرنے کی نئی راہیں تلاش کرنے کی کوشش کریں گے تاکہ وہ کلامِ خدا کو سمجھ سکیں اور اس پر عمل پیرا ہوں، بائبل رسالتوں کی ترقی، نیز عہدِ حاضر بالخصوص ہزارہ سوم کے تقاضوں کے مطابق تبشیر کے لیے طریقہ کار وضع کریں گے۔

ایک نیا بتی حلقے کے فادر سہاریو نے، جو علم کلام مقدس کے عالم ہیں، ویٹیکن کی دستاویزات سے استشہاد کرتے ہوئے واضح کیا کہ مسیح کا نام ذکر کیے بغیر تبشیر مکمل نہیں ہو سکتی اور مسیح کے نام کا اعلان اس وقت تک ممکن نہیں جب تک "نجات کی تبشیر کے لازمی اثرات" پر گفتگو نہ ہو۔

کارملی فادر برتھولڈ پریرا نے شرکائے مشاورت کو بتایا کہ "عہد نامہ عتیق کی تاریخ انڈونیشیا میں معاصر نئی تبشیر سے مناسبت رکھتی ہے۔ انڈونیشیا میں بندگانِ خدا کو نئی قوت اور روح القدس کے جذبے سے بائبل کا مطالعہ کرنا چاہیے اور اسی جذبے کے ساتھ نئے انداز میں بائبل پیش کرنی چاہیے۔"

عمرانیات اور تبلیغات کے عالم فادر جان پرائر نے کہا کہ "چرچ کی ہر سرگرمی اپنی نوعیت کے اعتبار سے تبشیری ہے اور اسے خدا کے کام کی کلیت میں دیکھنا چاہیے--- رسولی تبشیر ایک نئے اظہار، طریقِ کار اور جذبے سے ہونی چاہیے۔" (رپورٹ: دی کیتھولک نیوز)

پاکستان: "اسلامی ماحول میں [مسیحی] دینیات کی ترسیل"

[گزشتہ ماہ کے شمارے میں آل پاکستان کیٹیکیٹیکل کانفرنس [ملتان: ۲۶-۳۰ اکتوبر ۱۹۹۲ء] کی سفارشات نقل کی جا چکی ہیں۔ کانفرنس میں ایک اہم مقالہ جناب حمید ہنری نے "اسلامی ماحول میں دینیات کی ترسیل" کے زیر عنوان پیش کیا تھا۔ مقالے میں انھوں نے پاکستان کے اسلامی ماحول، اس کے سماجی، سیاسی اور معاشی پہلوؤں پر اظہار خیال کے بعد تدریسِ اسلامیات کے مقاصد اور صوبہ سندھ میں اسلامیات کے ابتدائی نصاب کا موازنہ مسیحی دینیات اور اس کے مقاصد سے کیا ہے اور آخر میں اپنے مشاہدات و تاثرات نیز نتائج و سفارشات پیش کی ہیں۔ مقالے کا آخری حصہ سہ ماہی "اچھا چرواہا" بابت جولائی - اگست ۱۹۹۲ء کے شکریے کے ساتھ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ "اچھا چرواہا" کے شمارے پر اگرچہ "جولائی - اگست ۱۹۹۲ء کا اندراج ہے مگر یہ دسمبر ۱۹۹۲ء میں شائع ہوا ہے۔ مدیر]

مسیحی دینیات کا وژن

اگر ہم اسلامی اور مسیحی دینیات کی ترسیل کے مقاصد کا تجزیہ کریں تو معلوم ہوگا کہ اسلامی دینیات

کا مقصد طلباء میں اسلامی جذبہ ابھارنا، اللہ اور رسول کی محبت پیدا کرنا، اسلامی سیرت کی تشکیل میں مدد دینا ہے۔ جبکہ مسیحی دینیات کا مقصد (جیسا کہ مسیحی تعلیمی نصاب میں درج ہے۔) یسوع کے پیغام کی منادی کرنا اور عملی زندگی کے ذریعے یسوع مسیح کی تعلیم اور سچائی کی زندہ گواہی دینا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو ہر دو مقاصد میں بہت فرق ہے اور اسلامی دینیات کا مقصد جس انداز سے تحریر کیا گیا ہے اس سے واضح اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام کی اپروچ Wholistic ہے اور اسلامی دینیات کا مقصد وہ نتائج حاصل کرنا ہے جن کا تعلق مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی سے ہے۔ جبکہ جس انداز سے مسیحی دینیات کے مقاصد کو بیان کیا گیا ہے، اس سے صرف یہ اندازہ ہوتا ہے کہ صرف یسوع کے پیغام کی منادی مطلوب ہے۔ منادی کے کام کا آخری نتیجہ کیا ہونا چاہیے؟ اس کا کہیں ذکر نہیں کیا گیا، نیز مسیحی دینیات کا اصل ہدف فرد ہے۔ معاشرہ نہیں؟ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم نئے سرے سے مسیحی دینیات کے وژن کا تعین کریں اور نئے سرے سے مسیحی دینیات کی ترسیل کے مقاصد اور متوقع آخری نتائج تحریری شکل میں لائیں۔

نصابِ دینیات

انٹر ڈایوسیزن کیٹیکیٹیکل کمیشن کے مرتب کردہ مسیحی نصاب کو سامنے رکھا جائے تو چند مشاہدات فوری طور پر سامنے آتے ہیں۔ اوّل یہ بہت عمدہ کوشش ہے۔ مگر جس انداز سے یہ نصاب مرتّب کیا گیا ہے، اس سے واضح تاثر ملتا ہے کہ یہ نصاب ایک ترقی یافتہ صنعتی ملک کے بچوں کے لیے لکھا گیا ہے۔ پاکستانی مسیحی بچے جن کی اکثریت کا تعلق غریب اور متوسّط طبقوں سے ہے اور جن کے والدین نیم پڑھے لکھے یا ان پڑھ ہیں، وہ بچے ایسے پیچیدہ طریقۂ تدریس کے متحمل نہیں ہوسکتے۔

یہ نصاب Logic Oriented زیادہ اور Institution Oriented کم ہے۔ جبکہ ہماری ثقافت اور تدریس زیادہ تر Institution Oriented ہیں۔

یوں لگتا ہے کہ اس نصاب کی تیاری ایسے لوگوں نے کی ہے جن کی بنیادی تعلیم و تربیت نہ صرف مغربی اصولوں کے تحت ہوئی ہے بلکہ وہ پاکستانی ثقافت سے کوئی جذباتی لگاؤ اور وابستگی بھی نہیں رکھتے، یہی وجہ ہے کہ اس نصاب میں ان ثقافتی قدروں کو کوئی جگہ نہیں دی گئی جو اپنے جوہر میں انسانی اور مذہبی ہیں۔ جبکہ اسلامی دینیات کے نصاب میں واضح طور پر ثقافتی قدروں کو بھی جگہ دی گئی ہے۔

امرِ واقعہ یہ ہے کہ پاکستان میں ہم نے مسیحی دینیات کی تدریس کا آغاز "مسیحی چھوٹی تعلیم" اور "مسیحی تعلیم" کی کتابوں سے کیا جو کہ German Catechism سے ترجمہ کی گئی تھیں۔ بعد ازاں اس سلسلے میں ہم نے "جوش بھرے دل" Australian, Irish Course, On Our Way

Course اور Indian Course کے ترجموں سے مسیحی دینیات میں کچھ پیش رفت کی۔ اور آخر میں کیٹیکیٹیکل سنٹر کے مسیحی تعلیمی نصاب کو اپنایا جو بجائے خود کسی انگریزی کتاب یا کتابوں سے ماخوذ لگتا ہے۔ یعنی بد قسمتی کی پہلی بات تو یہ رہی کہ ہم اپنے ماحول اور امنگوں سے علاقہ رکھنے والی کوئی طبع زاد کتاب تخلیق نہ کر سکے۔ دوسری کمزوری یہ رہی کہ مسیحی دینیات کی تشکیل میں ہم نے عامتہ المومنین کو کوئی حصہ نہ دیا۔ اور اگر دیا بھی تو نہ ہونے کے برابر!

ضرورت اس بات کی ہے کہ اکیسویں صدی کے لیے مرتّب کی جانے والی پاکستانی مسیحی دینیات کو مرتب کرنے والوں میں ایسے عوام مومنین کو بھی شامل کیا جائے جو مسیحی تعلیم اور ایمان کا واضح شعور رکھتے ہوں۔ اپنے ایمان کے اظہار میں دلیر اور پرجوش ہوں۔ پاکستانی روایات اور ثقافت کا گہرا شعور رکھتے ہوں۔ جن کی ابتدائی گھریلو تعلیم و تربیت مقامی ثقافت اور زبان میں ہوئی ہو اور جو اردو زبان کے مزاج، روح اور اس زبان کے محاورے کو اچھی طرح سمجھتے ہوں۔ ورنہ ہم ایسی کتابیں ہی تخلیق کرتے جائیں گے جن کے جملوں سے ہم کوئی نتیجہ اخذ نہیں کر سکتے۔

زبان اور اصطلاحات

ثقافت کی طرح زبان بھی جامد نہیں ہوتی اور وقت کے ساتھ ساتھ اس میں بھی تبدیلی آتی رہتی ہے۔ ہر زمانے کی زبان کا اپنا اسلوب اور محاورہ ہوتا ہے۔ آج سے بیس سال پہلے ہم جس پیرائے میں اظہارِ خیال کرتے تھے، ہمارے بچے اس پیرائے، اسلوب اور محاورے سے ناآشنا ہیں۔ بد قسمتی سے مسیحی دینیات کی زبان اور اصطلاحات کی ترقی میں تمام کوششوں کے باوجود ہم متوقع نتائج حاصل نہیں کر سکے۔ ایسا لگتا ہے ہم اپنی زبان اور اصطلاحات بہت زیادہ الہیاتی بنانے کی دُھن میں اصل مقصد سے ہٹ جاتے ہیں۔ جبکہ الہیاتی زبان ایک عام مومن کی سمجھ سے بالاتر ہوتی ہے۔ کیونکہ اس زبان کا عام روزمرّہ کی زبان سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ ہمارا اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے اصل الفاظ لاطینی یا انگریزی سے آتے ہیں اور ہم ان کا لفظی ترجمہ کرنے پر اکتفا کرتے ہیں جبکہ ہمیں ایسے متبادل الفاظ ڈھونڈنے چاہییں جو اصل الفاظ کے مفہوم سے قریب تر ہوں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم دینیاتی زبان اور اصطلاحات کو پاکستانی ثقافت، ماحول اور زبان کے تقاضوں کے مطابق ڈھالیں۔

مغربی روایات سے چھٹکارا

پاکستانی کلیسیا کی تخلیقی پہل میں سب سے بڑی رکاوٹ مغربی روایات سے چمٹے رہنا ہے۔ گو ہم ایک مقامی کلیسیا کی ضرورت اور افادیت سے آگاہ ہیں اور اس بارے میں سوچ بچار بھی کرتے ہیں لیکن اگر ہم مذکورہ بالا مقاصد کا حصول چاہتے ہیں تو پھر ہمیں بتدریج مغربی روایات و اثرات سے چھٹکارا حاصل

کرنا پڑے گا۔

مسیحی دینیات اور یسوع

ایک طرف مسیحی دینیات میں مسیحی عقائد، بائبل اور لطوریائی پہلوؤں پر زور دیا جاتا ہے تو دوسری طرف مسیحی دینیات یسوع کو تعلیم کا مرکز مانتی ہے۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ جدید مسیحی دینیات میں تدریس کے تقاضوں کے پیش نظر بشریاتی پہلو کو بھی مدّنظر رکھا جاتا ہے۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم مسیحی دینیات میں کس قسم کا یسوع پیش کرتے ہیں۔ یہ سوال گو علم المسیح سے تعلق رکھتا ہے مگر ایک اہم سوال ہے۔ اگر ہم اسلامی دینیات میں سیرۃ النبی کا مطالعہ کریں تو اسلامی اور مسیحی اپروچ میں بہت فرق نظر آتا ہے۔ ہمارا زیادہ زور یسوع کی الٰہی ذات پر ہوتا ہے اور یسوع کے انسانی کردار اور مشن کے بارے میں بہت کم بتایا جاتا ہے۔ اور اگر کچھ بتایا بھی جاتا ہے تو انتہائی الٰہیاتی زبان میں جبکہ عام مومنین چیزوں کو سیکولر حوالے سے دیکھنے کے عادی ہوتے ہیں۔ ہمیں سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے کہ ہمیں مسیحی دینیات میں ایسا یسوع پیش کرنا چاہیے جو تیسری دنیا اور پاکستان جیسے ممالک کے ماحول اور حالات سے تعلق رکھتا ہو۔ پہلی دنیا کا یسوع ہمارے ماحول سے بہت دور اور بیگانہ ہے۔

برادری کی سطح پر دینیات

پاکستان ایسے ملک میں جہاں آبادی کی عظیم اکثریت ان پڑھ اور زرعی معاشرہ میں رہتی ہے۔ وہاں برادری کی سطح پر دینیات کی ترسیل سود مند ہو سکتی ہے۔ یہاں مجھے اپنا ایک ذاتی واقعہ یاد آ رہا ہے۔ میرے والدین قیامِ پاکستان کے بعد کراچی کے ایک قدیم پسماندہ علاقے میں آ کر آباد ہوئے۔ وہاں مسیحیوں کی مختصر تعداد آباد تھی اور ٹین کی چادروں سے ایک گرجا بنایا گیا تھا۔ فادر گاڈیا (جسے عرف عام میں فادر گنڈریا کہتے تھے) اور فادر لباریوس آزاد مرحوم سینٹ پیٹرک کیتھڈرل سے کبھی کبھار عبادت کروانے آتے تھے۔ یہ تقریباً ۱۹۴۹ء کا واقعہ ہے۔ کیونکہ فادر اکثر اس علاقہ کا دورہ نہیں کر سکتا تھا۔ لہٰذا وہاں کی برادری کی دعائیہ زندگی کو برقرار رکھنے کے لیے میرے نانا مرحوم کو برادری کے لیے ناظمِ صلوٰۃ نامزد کیا گیا۔ اس سلسلے میں میرے نانا کو باقاعدہ ایک سرٹیفکیٹ جاری کیا گیا جو آج تک میرے پاس محفوظ ہے۔ واضح رہے کہ ضیاء الحق نے اپنے دورِ حکومت میں اس تجربے کو کامیابی سے اپنایا۔ نظامِ صلوٰۃ کے تحت ہر محلے میں ناظمِ صلوٰۃ کا تقرر کیا گیا۔ جو وہاں کی برادری کی دعائیہ زندگی کو قائم رکھنے کی کوشش کرتا تھا۔

لطوریا اور ثقافتی ادغام (Liturgy Inculturation)

یہ ایک مشاہدہ ہے کہ ہماری لطوریا کا روزمرہ زندگی سے اتنا گہرا تعلق ہے اور ایسا لگتا ہے کہ لطوریا کا مقصد محض ایک "مقدّس فرض" کی بجا آوری ہے۔ لطوریا اپنے اس مقصد سے کوسوں دور لگتی ہے۔ لطوریا مومنین کے ایمان کو گہرا کرنے کا وسیلہ اور خدا کی بادشاہت کے مشن سے وابستگی کو مزید پختہ کرنے کا ذریعہ ہے۔ ہماری پاک ماس کے دوران ایک ایسی "مقدّس زبان" کا استعمال کیا جاتا ہے کہ یوخرستی عبادت مومنین کے اندر کوئی ایمانی تحریک پیدا نہیں کر سکتی۔ اس پر مستزاد یہ کہ ہماری لطوریا بنیادی طور پر ایک ایسے رومن ٹیکسٹ کے ترجمہ پر مبنی ہے جو ہماری ثقافت، قومی امنگوں اور زندگی سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ موجودہ لطوریا کی تجدید اور تشکیلِ نو کی جائے، تاکہ ایک مقامی لطوریا تیار کی جا سکے۔ ایک ایسی لطوریا جو زندگی سے تعلق رکھتی ہو اور خدا کے ساتھ ساتھ انسان کی بھی بات کرے۔

شادی کی تیاری اور والدین کی تربیّت

پاکستان کے اسلامی ماحول میں مسیحی شادی کو ایک نئے چیلنج کا سامنا ہے اور مسیحی شادی بھی اسلامی قوانین کی زد پر ہے۔ مسیحی حلقوں میں اس بارے میں شدید بے چینی پائی جاتی ہے۔ اب ضرورت ہے کہ شادی کی تیاری کے پروگراموں پر نظرثانی کی جائے اور روایتی اپروچ کو ترک کر کے ایک نئی حکمتِ عملی تیار کی جائے۔ شادی کے ادارے کو شریعتی اور اسلامی قوانین سے جو خطرات لاحق ہیں، جوڑوں اور والدین کو ان سے آگاہ کیا جائے۔ اس ضمن میں ہمیں والدین کی تربیّت پر خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

مناّدوں کی تھیالوجی

یہ حقیقت ہے کہ مسیحی تعلیم کی ترسیل اور تدریس میں مناّد صاحبان کا ایک بڑا اہم کردار ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ مسیحی تعلیم نے آج تک مناّد صاحبان کے مسائل پر کوئی توجہ نہیں دی۔ اگر یہ کہا جائے کہ کلیسیائی نظام میں مناّد سب سے زیادہ مظلوم فرد ہے تو کچھ غلط نہ ہوگا۔ دیکھا جائے تو آج فادر صاحبان کا ۵۰ فیصد کام مناّد صاحبان کرتے ہیں۔ فادر صاحبان کو تو کسی غریب کا جنازہ پڑھانے کی فرصت نہیں، وہ مومنین سے رابطہ اور مبشّر کا کام کیسے سرانجام دے گا [کذا]۔ بہرحال میں جس اہم نقطہ پر زور دینا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہمارے پاس آج تک کوئی حقیقی مناّد تھیالوجی نہیں ہے۔ غالباً فادر عمانوئیل عاصی نے اس پر تھوڑا کام کیا ہے، مگر ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کام کو آگے بڑھایا جائے۔

رسالت مسیحی تعلیم کی ترجیحات

یہ عجیب اتفاق ہے کہ پاکستان کے مسیحیوں کی کثیر تعداد گاؤں میں رہتی ہے اور زیادہ تر ان پڑھ ہے۔ مگر ہماری رسالت کا مرکز شہر ہیں۔ بلکہ ہمارا حقیقی کام شہروں تک محدود ہے۔ سائنسی بنیادوں پر تیار کیے گئے مسیحی تعلیمی پروگرام اور تدریس کے جدید ترین الیکٹرونک آلات کے استعمال کے ہجوم میں ہم ان لاکھوں مسیحیوں کو بالعموم فراموش کر دیتے ہیں جو شہری سہولتوں سے ناآشنا اور زمینداروں کے رحم و کرم پر زندگی گزار رہے ہیں۔ دیکھا جائے تو ان رد شدہ لوگوں کا مسیحی ایمان اتنا مضبوط ہے کہ اقلیت میں ہوتے ہوئے اکثریت کے جبر تلے مسیحی ایمان اپنائے ہوئے ہیں۔ حالانکہ اگر وہ اکثریت کا مذہب قبول کر لیں تو وہ آسانی سے تعصّب، ذلت، ظلم اور سماجی ناہمواریوں سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔ مسیحی تعلیم کی رسالت سے متعلقہ لوگوں کو سنجیدگی کے ساتھ اس سوال پر غور کرنا چاہیے کہ ان کے کام کی اوّلین ترجیحات کیا ہیں؟

بالغ مردوں اور عورتوں کی تعلیم

ہمارے ہاں بچوں کی مسیحی تعلیم پر جتنا زور دیا جاتا ہے اتنا بالغوں کی تعلیم پر نہیں دیا جاتا۔ اور خاص طور پر عورتوں پر کم توجہ دی جاتی ہے۔ اس بارے میں ہمیں خاص طور پر ان مومنین کی طرف توجہ دینی چاہیے جو رسالت مومنین (Lay Apostlate) سے وابستہ ہیں۔ مختلف موقعوں پر مثلاً بچوں کا بپتسمہ، پہلی پاک شراکت اور استحکام کے ساکرامنٹ، شادی، بیماری اور مشکل حالات کے موقع پر خصوصی مسیحی تعلیم کی تدریس ہونی چاہیے۔ مسیحیوں میں کیرزمیٹک تحریک اسلام میں تبلیغی جماعتوں سے مماثل ہے، جس میں بالغ خواتین و حضرات جوش و خروش سے حصّہ لیتے ہیں۔ ہمیں ایسی تحریکوں کو بڑھاوا دینا چاہیے مگر ایسی تحریکوں کو بنیاد پرست نہیں ہونا چاہیے۔ اس تحریک کے ہر ممبر کو چاہیے کہ وہ اپنی نعمتیں خدا کی بادشاہت کے ایک انقلابی تصوّر سے وابستہ کرے۔

ساکرامنٹوں کی سماجی تشریح

مسیحی دینیات کو عملی زندگی سے قریب تر کرنے کے لیے لازمی ہے کہ ساکرامنٹوں کی سماجی تشریح پر زور دیا جائے اور روزمرہ کے واقعات میں جنم لینے والے مسائل کو ایمان کی روشنی میں سمجھنے کی روایت ڈالی جائے۔

اسلامی ماحول سے ابھرنے والے سوالات

پاکستانی عوام بنیادی طور پر مذہب پرست ہیں اور مذہبی رسومات کے ساتھ ایک قسم کا تقدّس

اور روحانی ماحول برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔ ہمارے بچے اس امر کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ اسلامی ماحول میں عبادت کا ایک سنجیدہ، پراقدس روحانی ماحول ہوتا ہے۔ جبکہ اکثر مسیحی عبادتیں اس عنصر سے خالی نظر آتی ہیں۔ مسلمان پاک تثلیث کے بارے میں ہم سے مختلف خیال رکھتے ہیں۔ ان کا خیال یہ ہے کہ بائبل مقدس تبدیل ہو گئی ہے۔ یہ ایسے سوالات ہیں جن کے بارے میں مسیحی تعلیم میں بچوں کو تیار نہیں کیا جاتا۔ دوسری طرف ایک اہم سوال روزے سے متعلق ہے ہمارا روزہ مسلمانوں کے روزے سے فرق ہے۔ ہمارے بچے بلکہ بالغ بھی اسلامی اثر کے تحت مسلمانوں کی طرح روزہ رکھتے ہیں جبکہ اس سلسلے میں ہم بچوں کو کوئی واضح ہدایات نہیں دیتے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم بچوں کو مسیحی عقائد اور بائبل مقدس کے علاوہ کلیسیائی تعلیمات اور قوانین سے بھی بخوبی آگاہ کریں اور انہیں ان پر عمل پیرا ہونے کے لیے اکسائیں۔

لوک روحانیت اور مقامات مقدسہ

مسیحی دینیات کی ترسیل و تدریس میں ہمارا طریقہ کار دن بدن میکانکی ہوتا جارہا ہے۔ اور شاید نئی ثقافتی تبدیلیوں کے طوفان میں یہ ناگزیر بھی ہے۔ مگر پاکستان کی صورتِ حال میں کہ جہاں مقبول عام مذہبیت کے ساتھ ساتھ لوک روحانیت کا دور دورہ ہے۔ مسیحی تعلیم کے نصاب میں لوک روحانیت، بزرگانِ دین اور مقاماتِ مقدسہ کا بھی ذکر ہونا چاہیے بلکہ ممکن ہو تو اسکول کے بچوں کو لوک روحانیت اور مقاماتِ مقدسہ کا Exposure بھی دینا چاہیے۔

ایمان کے لیے شہادت کا تجربہ

اس مضمون کے شروع میں اس امر کا ذکر کیا گیا تھا کہ پاکستان میں ابھرتے ہوئے اسلامی ماحول میں شاید آنے والے دنوں میں مسیحیوں کو ابتدائی مسیحیوں کی طرح ایمان کے لیے شہادت کے تجربے سے گزرنا پڑے گا۔ اس لیے ہماری مسیحی تعلیم میں اس پہلو کو نظر انداز نہیں کیا جانا چاہیے۔ اور بچوں اور بڑوں کے ایمان کو اس حوالے سے گہرا کرنے کی ضرورت ہے۔ ابتدائی مسیحی شہیدوں کی کہانیوں اور ہماری اپنی تاریخ میں ایمان کے لیے ستائے جانے والوں کے قصے بڑی تاثیر رکھتے ہیں اور مسیحی تعلیم میں اس کو استعمال کیا جانا چاہیے۔

بین المذاہب مکالمہ اور کلیسیا کی سماجی تعلیمات

مسیحی اقلیت پاکستان میں ایک بامعنی بین المذاہب مکالمہ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔ لہٰذا مسیحی دینیات کا ایک فریضہ یہ بھی ہونا چاہیے کہ مسیحی بچوں اور بڑوں کو بین المذاہب مکالمہ کے لیے تیار

کرے۔ کلیسیا کی سماجی تعلیمات کے حوالے سے اسلام کے بارے میں ہمیں مناسب معلومات فراہم کرنی چاہیے، تاکہ مسیحی تنگ نظری کی بجائے اسلام کے بارے میں کھلا ذہن رکھیں، کیونکہ اسلام اور مسیحیت میں بہت ساری چیزیں مشترک ہیں اور ہم اسلام سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔ لیکن اس کے لازمی معنی یہ نہیں کہ مسیحی دینیات پر قرآن مجید یا حدیث شریف کا بھی اثر ہو۔

ایک "نئے انسان" کی تیاری: مسیحی دینیات کی تشکیل نو کا چیلنج

یسوع کے نجات بخش پیغام کو عملی شکل دینے اور زمین پر خدا کی بادشاہت کی قدروں (امن، انصاف، محبت، خوشحالی) کو نئے سرے سے بحال کرنے کے لیے ضروری ہے کہ گناہ آلودہ سماجی اور سیاسی ڈھانچوں کو تبدیل کیا جائے۔ مگر گناہ آلودہ ڈھانچے آسمانوں سے نہیں اترتے بلکہ زمین پر انسان کے ہاتھوں تیار کیے جاتے ہیں۔ لہٰذا ایک "نیا انسان" ہی نئے سماجی اور سیاسی ڈھانچے کی تعمیر کر سکتا ہے۔ اس لیے ہمارے لیے اصل چیلنج یہ ہے کہ ہم کس طرح ایک "نئے انسان" کو تیار کریں؟

آج تک مذہبی تعلیم دینے کا مقصد ایمان، عقائد اور نجات وغیرہ سے متعلق بنیادی معلومات فراہم کرنا رہا ہے۔ اب ضروری یہ ہے کہ معلومات فراہم کرنے کے علاوہ انسانوں کی شخصیت مسیحی اصولوں پر تعمیر کرنے کی کوشش کی جائے۔ یعنی ہماری مسیحی تعلیم کا مقصد ایک نئی قسم کا مسیحی سیاستدان، منتظم، تاجر، ڈاکٹر، قانون دان، استاد، کسان اور محنت کش تیار کرنا ہونا چاہیے، تاکہ زمین پر خدا کی بادشاہت کے قیام کو ممکن بنایا جاسکے۔

یورپ / امریکہ

برطانیہ: مسیحیوں کو مغربی سیکولر ثقافت کو چیلنج کرتے رہنا چاہیے۔ آرچ بشپ کیری

جولائی ۱۹۹۲ء میں آرچ بشپ آف کنٹربری جناب جارج کیری نے چار سو مسیحیوں کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ اگر عشرۂ تبلیغِ مسیحیت کو ناکامی سے بچانا ہے تو مسیحیوں کو مغربی سیکولر ثقافت کو انجیلی اقدار کے ذریعے چیلنج کرتے رہنا چاہیے۔ جناب جارج کیری نے ڈربی شائر میں "بائبل بطور عوامی صداقت" کے موضوع پر مشاورتی اجلاس میں اپنے کلیدی خطبے میں یہ بات کہی۔